سوال

((24) باغیوں سے قتال کرنے کا بیان

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

باغیوں سے قتال کرنے کا بیان

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَإِن طائِفَتانِ مِنَ المُؤمِنينَ اقتَتَلوا فَأَصلِحوا بَينَهُما فَإِن بَغَت إِحدىٰهُما عَلَى الأُخرىٰ فَقٰتِلُوا الَّتى تَبغى حَتّىٰ تَفىءَ إِلىٰ أَمرِ اللَّهِ فَإِن فاءَت فَأَصلِحوا بَينَهُما بِالعَدلِ وَأَقسِطوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ المُقسِطينَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا المُؤمِنونَ إِخوَةٌ فَأَصلِحوا بَينَ أَخَوَيكُم وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُم تُرحَمونَ ﴿١٠﴾ ... سورة الحجرات

"اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے "[1]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے باغیوں کے خلاف لڑنا اس وقت واجب قرار دیا ہے جب تک وہ صلح پر آمادہ نہ ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"مَن أَتَاكُم وَأَمرُكُم جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَن يَشُقَّ عَصَاكُم أَو يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُم فَاقتُلُوهُ"

"جب تم ایک شخص کی امارت پر متفق ہو کر امن و سکون سے زندگی گزار رہے ہو تو پھر کوئی دوسرا شخص تمہارے پاس آئے جو تمہاری جماعت میں افتراق و انتشار پیدا کرنا چاہے تو اسے قتل کر دو۔"[2]

نیز فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

"مَن خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي وَهُم جَمِيعٌ فَاقتُلُوهُ كَائِنًا مَا كَانَ"

"جو شخص میری اُمت کے خلاف اس وقت خروج کرے جب وہ متفق ہو چکی ہو تو اس کی گردن تلوار سے اڑا دو چاہے جو بھی ہو۔" [3]

باغیوں سے قتال کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کی ایک ہی رائے تھی، ان میں اختلاف نہ تھا۔

(1)۔ "بغاوت" زیادتی، ظلم اور راہ حق سے ہٹ جانے کا نام ہے، لہذا باغی وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے والے، ظالم اور راہ حق کو چھوڑنے والے ہیں اور مسلمان امراء کے احکام اور نظام کی مخالفت کرنے والے ہیں، لہذا مسلمانوں کی ایک جماعت اور ایک امام کا ہونا ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاعتَصِموا بِحَبلِ اللَّهِ جَميعًا ... ١٠٣ ... سورة آل عمران

"اللہ (تعالیٰ) کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔" [4]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يـٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا أَطيعُوا اللَّهَ وَأَطيعُوا الرَّسولَ وَأُولِى الأَمرِ مِنكُم... ٥٩ ... سورة النساء

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔" [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أُوصِيكُم بِتَقوَى اللهِ، وَالسَّمعِ وَالطَّاعَةِ وَإِن تَأَمَّرَ عَلَيكُم عَبدٌ"

"میں تمھیں اللہ سے ڈرنے اور سمع وطاعت کے بجالانے کا حکم کرتا ہوں اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بن جائے۔" [6]

درج بالا آیات اور احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایسے امور ہیں جو انسانی معاشرے کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں تاکہ ان کی شیرازہ بندی قائم رہے، ملک کی حفاظت اور اس کا دفاع آسان ہو اور حدود کا نفاذ ہو، حقوق کی ادائیگی ہو، نیکی کا حکم ہو اور بُرائی سے روکا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جاننا چاہیے کہ لوگوں کے امور کی سربراہی واجبات دینیہ میں سے ایک اہم دینی فریضہ ہے بلکہ دین ودنیا کا قیام اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بنی آدم کے مصالح، منافع اور فوائد یقیناً آپس میں مل کر رہنے ہی سے پورے ہوتے ہیں اور اجتماعیت میں امیر وسربراہ کا ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر جیسے چھوٹے اور عارضی اجتماع میں بھی ایک شخص کو امیر بنانا واجب قرار دیا ہے جس سے مختلف قسم کے اجتماعات پر رئیس یا امیر بنانے کی تنبیہ ہوتی ہے۔" [7]

معلوم ہونا چاہیے کہ لوگ امیر وحاکم کے بغیر درست نہیں رہ سکتے۔ اگر کوئی ظالم حکمران بن جائے تو وہ بغیر حاکم وامیر زندگی گزارنے سے بہتر ہے، جیسے کہا جاتا ہے: ظالم امیر کے تحت سال گزارنا امیر کے بغیر ایک رات گزارنے سے بہتر ہے۔

(2)۔ اگر کوئی جماعت مشتبہ امور کا غلط معنی کرکے مسلمانوں کے امیر کے خلاف خروج (بغاوت) کرتی ہے، اس کی اطاعت سے دستکش ہو جاتی ہے یا اس کی مخالفت کرتی ہے، اتحاد کی قوت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرتی ہے تو یہ ظالموں اور باغیوں کی جماعت ہے۔ مسلمانوں کے امیر کو چاہیے کہ اس سے مراسلت (مذاکرات) کرے اور پوچھے کہ اس سے کیا شکایت ہے اور اس کا کیا قصور ہے؟ اگر وہ کسی ظلم وزیادتی کی شکایت کریں تو وہ اس کا ازالہ کرے، اگر کوئی غلط فہمی ہو تو اسے دور کرے حتیٰ کہ وسعت ظرفی اور سنجیدگی

سے صلح کی پوری کوشش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

"فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا "

"ان (دونوں) میں میل ملاپ کرادیا کرو۔ "[8]

صلح اور اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ اگر باغی لوگ امیر پر ایسا کام کرنے کا الزام لگاتے ہیں جس کا کرنا شرعاً جائز نہیں تو امیر کو چاہیے کہ اس کا ازالہ کرے اور اگر اس کام کا کرنا جائز ہو تو فریق مخالف کو دلائل سے قائل کرے اور حقیقت حال کو واضح کرے۔ اگر باغی گروہ رجوع کرلے، حق کی طرف پلٹ آئے اور اطاعت امیر پر آمادہ ہوجائے تو چھوڑ دے۔ اگر وہ دلائل شرعیہ کو سن کر بھی رجوع نہ کریں تو ان سے جنگ کرنا ضروری ہے۔ اس کی رعایا کو چاہیے کہ اس سے بھرپور تعاون کریں حتیٰ کہ ان کے شر کا خاتمہ ہوجائے اور فتنے کی آگ بجھ جائے۔

(3)۔ باغیوں سے قتال کے وقت درج ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے :

1۔ ان پر ایسی چیز سے حملہ نہ کیا جائے جو اجتماعی ہلاکت کا باعث ہو، مثلاً : تباہ کن میزائل یا بم نہ پھینکے جائیں۔

2۔ ان کے بچوں، پشت پھیر کر بھاگنے والوں اور زخمیوں کو یا جو لڑنا نہیں چاہتے، قتل کرنا حرام ہے۔

3۔ اگر ان میں سے کوئی گرفتار ہو تو اسے قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ فتنے کی آگ بجھ جائے۔

4۔ ان کے اموال کو غنیمت نہ قرار دیا جائے بلکہ ان کے اموال بھی دوسرے مسلمانوں کے اموال کی طرح (قابل احترام) ہیں کیونکہ ان پر ان کی ملکیت ختم نہیں ہوئی۔ لڑائی ختم ہوجانے اور فتنے کی آگ بجھ جانے کے بعد اگر ان کا مال کسی کے قبضے میں پایا جائے تو اسے لے کر اصل مالک کو لوٹا دیا جائے اور اگر وہ ضائع ہوگیا تو اس کا ضمان نہ ہوگا۔ فریقین کی لڑائی میں جو مارا گیا اس کی دیت بھی نہ ہوگی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : " اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فتنوں نے سر اٹھایا تو ان کی سرکوبی کی گئی۔ وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ کسی فتنہ باز کے قتل ہونے کی صورت میں اس کی دیت نہیں دی جائے گی اور نہ قرآنی آیات کی (غلط) تاویل کرکے ان کا مال غنیمت سمجھا جائے مگر جو مال باغیوں نے چھینا تھا اگر وہ بعینہ واپس مل گیا تو اسے لے کر مالک کو دے دیا جائے۔ "[9]

(4)۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی چھڑ جائے، ان میں سے کوئی بھی امام المسلمین کی اطاعت میں نہ ہو بلکہ لڑائی کی بنیاد باہمی عصبیت ہو یا اقتدار کی خاطر جنگ ہو تو دونوں گروہ ظالم ہیں کیونکہ ہر گروہ دوسرے پر زیادتی کر رہا ہے اور کسی میں کوئی خصوصیت اور امتیاز نہیں رہا جو اس کے حق پر ہونے کی واضح علامت ہو۔ ایسی صورت میں ہر گروہ دوسرے کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اگر ایک گروہ امیر کے حکم سے لڑ رہا ہو تو وہ حق پر سمجھا جائے گا، دوسرا باغی قرار پائے گا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

(5)۔ اگر کوئی گروہ خوارج کے عقائد رکھتا ہو، مثلاً : کبیرہ گناہوں کے مرتکب کو کافر کہنا، مسلمانوں کی خونریزی کو جائز سمجھنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کو گالیاں دینا تو وہ بھی باغی، فاسق اور خوارج ہوں گے۔ اگر وہ امیر کی اطاعت کے دائرے سے نکل جائیں گے تو ان سے قتال واجب ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "خوارج کے بارے میں اہل سنت متفق ہیں کہ وہ بدعتی گروہ ہے۔ نصوص شرعیہ ان سے قتال کرنا واجب قرار دیتی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کا ان سے قتال کرنے پر اتفاق تھا۔ علمائے اہل سنت کا بھی یہی مسلک ہے کہ عادل حکمرانوں کے ساتھ مل کر ان (خوارج) سے لڑائی جائے گی۔ اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ ظالم حکمرانوں کے ساتھ مل کر بھی ان سے لڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض اہل علم سے منقول ہے کہ ان (ظالم حکمرانوں) کے ساتھ مل کر لڑنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح معاہدین میں سے کوئی اپنا عہد توڑے تو ان سے لڑنا بھی ضروری ہے اور جمہور کا یہی موقف ہے۔ امیر نیک ہو یا فاجر وفاسق، اگر وہ باغی کفار یا مرتدین یا معاہدے کو

توڑنے والوں یا خوارج سے جنگ کرے تو اس کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہوئے لڑائی لڑی جائے۔اگر اس کی لڑائی جائز نہ ہو تو اس کے ساتھ جنگ میں شامل نہ ہوا جائے۔"[10]

(6)۔اگر خوارج کے عقائد رکھنے والا گروہ امام کی اطاعت کرتا رہے اور لڑائی کرنے پر آمادہ نہ ہو تو احکام اسلام کے مطابق ان پر تعزیر ہوگی،نیز ان کے عقائد کی تردید کی جائے گی اور انھیں اپنی باطل رائے کی نشرواشاعت کی اجازت نہ دی جائے گی۔یہ مسلک ان حضرات کا ہے جو خوارج کو کافر نہیں کہتے جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے۔باقی رہے وہ حضرات جن کا فتویٰ ہے کہ خوارج کافر ہیں تو ان کے نزدیک خوارج سے قتال کرنا بہرحال ضروری ہے۔

ارتداد کے احکام

مرتد "ارتد" فعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنی "لوٹ جانے والے" کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلا تَرتَدّوا عَلىٰ أَدبارِكُم ۲۱ ... سورة المائدة

"اور تم اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو۔"[11]

شرعی اصطلاح میں مرتد وہ شخص ہے جو اسلام قبول کرلینے کے بعد اپنی مرضی سے زبان کے ذریعے سے یا دل یا عمل کے ساتھ دین اسلام کے احکام کا انکار کردے۔شریعت میں مرتد کے لیے دنیوی حکم بھی ہے اور اخروی حکم بھی۔دنیوی حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

"من بدل دينه فاقتلوه"

"جو(مسلمان) اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔"[12]

اس اہم حکم کے ضمن میں چند مزید احکام بھی ہیں کہ اسے قتل کرنے سے قبل اس کی بیوی کو اس سے الگ کردیا جائے گا،نیز اسے مالی تصرفات سے بھی روک دیا جائے گا۔اس مسئلے پر علمائے کرام کا اجماع ہے۔

باقی رہا آخرت میں حکم تو اسے اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

وَمَن يَرتَدِد مِنكُم عَن دينِهِ فَيَمُت وَهُوَ كافِرٌ فَأُولـٰئِكَ حَبِطَت أَعمـٰلُهُم فِى الدُّنيا وَالءاخِرَةِ وَأُولـٰئِكَ أَصحـٰبُ النّارِ هُم فيها خـٰلِدونَ ۲۱۷ ... سورة البقرة

"اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں،ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہوجائیں گے۔یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔"[13]

(1)۔ارتداد اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی ایسا کام کرے یا ایسی بات کہہ دے جس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے،خواہ وہ سنجیدگی سے وہ کام کرے یا ازراہ مذاق۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَئِن سَأَلتَهُم لَيَقولُنَّ إِنَّما كُنّا نَخوضُ وَنَلعَبُ قُل أَبِاللَّهِ وَءايـٰتِهِ وَرَسولِهِ كُنتُم تَستَهزِءونَ ٦٥ لا تَعتَذِروا قَد كَفَرتُم بَعدَ إيمـٰنِكُم إِن نَعفُ عَن طائِفَةٍ مِنكُم نُعَذِّب طائِفَةً بِأَنَّهُم كانوا مُجرِمينَ ٦٦ ... سورة التوبة

"اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ (65) تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے [14]"

اگر کسی نے جبر واکراہ کی وجہ سے زبان سے کوئی غلط کلمہ کہہ دیا یا کوئی اسلام کے منافی کام کر دیا تو وہ مرتد شمار نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعدِ إيمـٰنِهِ إِلّا مَن أُكرِهَ وَقَلبُهُ مُطمَئِنٌّ بِالإيمـٰنِ ... ١٠٦ ... سورة النحل

"جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے سوائے اس (شخص) کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔" [15]

(2)۔ نواقض اسلام جن سے ارتداد ثابت ہوتا ہے، بہت سے ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا شرک ہے، جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، مثلاً: غیر اللہ مردوں، اولیاء اور صالحین کو فریاد رسی کے لیے پکارا یا ان کی قبروں پر کوئی جانور ذبح کیا یا ان کی رضا کے لیے نذر مانی یا مُردوں سے اپنے امور میں مدد طلب کی جیسا کہ آج کے دور میں قبر پرست لوگ کر رہے ہیں تو وہ شخص دین اسلام سے مرتد ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِنَّ اللَّهَ لا يَغفِرُ أَن يُشرَكَ بِهِ وَيَغفِرُ ما دونَ ذٰلِكَ لِمَن يَشاءُ... ٤٨ ... سورة النساء

یقیناً اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔" [16]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنالیے جنھیں وہ پکارتا ہے، ان کے آگے سوال کا ہاتھ بڑھاتا ہے، ان پر توکل کرتا ہے تو وہ بالاجماع کافر ہے۔ اسی طرح جس نے بعض نبیوں اور رسولوں کا انکار کر دیا یا بعض کتب الٰہیہ کا انکار کیا تو وہ مرتد ہوگیا کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکذیب کر رہا ہے، اللہ کے رسولوں میں سے کسی رسول اور کتب میں سے کسی کتاب کا انکار کر رہا ہے۔ مزید برآں کسی نے فرشتوں کے وجود کا یا یوم آخرت کا انکار کیا یا اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی رسول و نبی کو گالی دی یا نبوت کا دعویٰ کر دیا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کو تسلیم کیا تو وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ کے فرمان :

وَلـٰكِن رَسولَ اللَّهِ وَخاتَمَ النَّبِيّـۧنَ... ٤٠ ... سورة الاحزاب

"لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ [17]

کو جھٹلانے والا ہے اور جس نے زنا کے حرام ہونے کو تسلیم نہیں کیا یا کسی ایسی شے کو حرام نہ سمجھا جس کے حرام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے، مثلاً: خنزیر کا گوشت، شراب وغیرہ یا کسی ایسی شے کو حلال نہ سمجھا جس کی حلت پر پوری امت کا اجماع ہے، مثلاً: ذبح کردہ حلال چوپائے تو وہ شخص بھی کافر ہے۔ اسی طرح جس نے ارکان اسلام (کلمہ شہادت، نماز، روزہ۔۔۔) کا انکار کیا یا دین اسلام کا تمسخر اڑایا یا قرآن مجید کی بے حرمتی کی یا اس کا عقیدہ ہو کہ قرآن مجید مکمل طور پر محفوظ نہیں رہا بلکہ ناقص ہے تو ان تمام صورتوں میں انسان کافر ہو جاتا ہے جس کے کفر پر اجماع ہے۔"

شیخ موصوف آگے چل کر مزید لکھتے ہیں: "جس نے دین اسلام کے سوا کسی اور دین کا بھی اتباع کیا یا شریعت محمدی کے ساتھ ساتھ کسی دوسری شریعت کو بھی قابل عمل سمجھا تو وہ شخص بھی بالاتفاق کافر ہے۔ اس کا کفر اس شخص کی طرح ہے جو کتاب اللہ کے بعض حصے پر ایمان لایا اور بعض حصے کا انکار کر دیا۔"

نیز فرماتے ہیں: "جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کسی وعدے یا وعید کا تمسخر اڑایا یا جس نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اپنا لینے والے کو کافر نہ سمجھا (مثلاً: نصاریٰ) یا ان کے کفر

میں شک کیا یا ان کے مذہب کو صحیح مانا تو وہ بالاجماع وہ کافر ہے۔"

نیز فرمایا: "جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کو یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دی یا اس کا دعویٰ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معبود یا نبی تھے۔ جبریل علیہ السلام نے غلطی کی تھی تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔"

(3)۔ جس نے شریعت اسلامیہ کی بجائے خود ساختہ قانون کو اپنا فیصل بنالیا اور اسے اسلامی شریعت سے بہتر قانون سمجھا یا اس نے اسلام کے بجائے سوشلزم کی فکر یا عربی قومیت کو دین اسلام کا متبادل سمجھ کر اپنا لیا تو اس کے مرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(3)۔ ارتداد کی اور بھی بہت سی انواع واقسام ہیں، مثلاً: جس نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا یا جو مشرکین کو کافر نہیں سمجھتا یا اسے ان کے کفر میں شک ہے یا ان کے مذہب کو صحیح اور درست سمجھے، مثلاً: اس کا عقیدہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے دوسری شریعت بڑھ کر ہے یا دین اسلام کے کسی حکم، ثواب یا عقاب سے استہزا کرے یا احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ بعض لوگوں کے لیے شریعت محمدی کی اتباع ضروری نہیں بلکہ اس سے خروج جائز ہے جیسا کہ غالی قسم کے صوفیاء کا عقیدہ بد ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو نہ سیکھتا ہے اور نہ عمل کرتا ہے تو یہ سب ارتداد اور نواقض اسلام کے اسباب میں سے ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان تمام قسم کے نواقض میں کوئی فرق نہیں، ان کے مرتکب سے ان کا ظہور خواہ مذاق میں ہو یا قصداً یا کسی خوف کی وجہ سے ان کا اظہار کرے وہ مرتد اور کافر ہی سمجھا جائے گا سوائے مجبور ومقہور کے۔ یہ تمام نواقض انتہائی خطرناک ہیں اور لوگوں سے اکثر ان کا وقوع ہوتا رہتا ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ ان سے بچے اور ان کا خطرہ اپنے لیے محسوس کرے۔ ہم اللہ کے غضب کے اسباب اور اس کے دردناک عذاب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔"

یہ نواقض اسلام کے چند ایک نمونے تھے۔ آپ کو چاہیے کہ آپ جانیں اور پہچانیں تاکہ ان سے بچ سکیں۔

یاد رکھیں! جو شخص شرکیہ امور سے واقفیت نہیں رکھتا، اندیشہ ہے کہ وہ اس کا ارتکاب کر بیٹھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "جو شخص امور جاہلیت سے واقف نہیں ممکن ہے کہ وہ عہد اسلام میں پیدا ہونے کے باوجود دین اسلام کی ایک ایک کڑی کو ادھیڑ کر رکھ دے۔"

میرے بھائی! میرا آپ کو مشورہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے" کا مطالعہ کیجیے، نیز شیخ مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (مسائل الجاہلیۃ التی خالف فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أہل الجاہلیۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل جاہلیت سے اختلاف" اور اس کی شرح کو پڑھیے جسے عراق کے معروف عالم محمود شکری آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کیا ہے۔

(4)۔ جو شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے اسے تین دن تک توبہ کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی کی ایک شخص مرتد ہو گیا تھا تو اسے توبہ کا موقع دیے بغیر قتل کر دیا گیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر فرمایا:

"أفلا حبستموه ثلاثا وأطعمتموه كل يوم رغيفا واستتبتموه لعله يتوب ويراجع أمر الله ثم قال عمر اللهم إني لم أحضر ولم آمر ولم أرض إذ بلغني"

"تم نے تین دن تک اسے مہلت کیوں نہیں دی؟ اسے روزانہ ایک روٹی کھانے کو دیتے اور توبہ کا موقع دیتے تو شاید وہ توبہ کر لیتا، پھر فرمایا: اے اللہ! میں اس موقع پر موجود نہ تھا اور نہ میں نے اس کا حکم دیا تھا، مجھے اب خبر ملی ہے اور میں اس کام پر راضی بھی نہیں ہوں۔" [18]

مرتد کو توبہ کے لیے مہلت دینے میں حکمت یہ ہے کہ بسا اوقات ارتداد کا سبب کوئی شبہ ہوتا ہے جو فوراً زائل نہیں ہوتا، لہذا حقیقت حال واضح ہونے کے لیے ایک مدت درکار رہے۔ باقی رہی وجوب قتل کی دلیل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"من بدل دینہ فاقتلوہ"

"جو(مسلمان) اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔" [19]

(5)۔ مرتد کو قتل کرنے کی ذمے داری حاکم یا اس کے نائب پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اس کا قتل اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو حاکم ہی وصول کرسکتا ہے۔

(6)۔ مرتد کو قتل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ جب اس نے حق کو اچھی طرح جان پہچان کر قبول کیا تو اب اس کے ترک کا مقصد زمین میں فساد پھیلانا ہے، لہذا اس شخص کا زندہ رہنا درست نہیں۔ وہ ایک انسانی معاشرے کا فاسد عضو ہے، لہذا اس کا زہر پھیلنے سے قبل ہی الگ کردینا ضروری ہے۔

(7)۔ اگر مرتد کلمہ شہادت کا پھر سے اقرار کرلے تو اس کا رجوع ثابت ہوجائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"أُمِرتُ أَن أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا : لاَإِلٰہَ إِلاَّ اللهُ   فَمَن قَالَ : لاَإِلٰہَ إِلاَّ اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّی مَالَہُ وَنَفْسَہُ إِلاَّ بِحَقِّہِ،

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں (کافروں) سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لاالٰہ الااللہ کا اقرار کرلیں، جب انھوں نے لاالٰہ الااللہ کا اقرار کرلیا تو اپنا خون اور مال محفوظ کرلیا سوائے اسلام کے حقوق کے۔" [20]

اگر کسی شخص کے ارتداد کا سبب کلمہ شہادت کے علاوہ کسی ایسے حکم کا انکار ہے جو ضروریات دین میں سے ہے تو اس کی توبہ تب تسلیم ہوگی جب وہ کلمہ شہادت کے ساتھ اس خاص امر کا اقرار کرے گا جس کے انکار سے اسے مرتد قرار دیا گیا تھا۔

(8)۔ مرتد کے پاس جو مال ہوگا اسے اس کے تصرفات سے روک دیا جائے گا کیونکہ اسکے ساتھ دیگر مسلمانوں کے حقوق متعلق ہیں جیسا کہ مفلس شخص کو مال کے تصرف سے روک دیا جاتا ہے (جب اس پر قرضوں کا بوجھ ہو۔) مرتد کے مال سے مسلمانوں کے قرضے ادا کیے جائیں گے۔ اسی طرح مرتد اس کے اہل وعیال پر اسی کا مال خرچ کیا جائے گا جب تک اسے تصرف سے روکا ہوا ہے۔ اگر مرتد دوبارہ اسلام قبول کرلے تو اس کے مالی تصرف کو بحال کردیا جائے گا۔ اگر وہ حالت ارتداد میں مرگیا یا اسے سزا کے طور پر قتل کردیا گیا تو اس کا مال "مال فی" قرار دے کر بیت المال میں جمع کرلیا جائے گا کیونکہ شرعاً اس کا کوئی وارث نہیں رہا۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

"لایرث المسلم الکافر، ولاالکافر المسلم"

"مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔" [21]

اسی طرح وہ لوگ بھی اس کے وارث نہیں ہوں گے جن کا مذہب اس نے اختیار کیا ہے کیونکہ اسے اس کفریہ مذہب پر قائم رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(9)۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس کے بارے میں علماء کی دو رائے ہیں :

1۔ دنیاوی احکام میں اس کا رجوع قبول نہ ہوگا بلکہ اسے قتل کرنا واجب ہوگا، نہ وہ کسی کا وارث ہوگا اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا کیونکہ اس کے اس قدر بڑے گناہ عقیدے میں فساد اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو معمولی سمجھنے کا یہ تقاضا ہے کہ بہرحال اسے قتل کردیا جائے۔

2۔اس کا رجوع قبول ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

قُل لِلَّذينَ كَفَروا إِن يَنتَهوا يُغفَر لَهُم ما قَد سَلَفَ... 38 ... سورة الانفال

"آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیے جائیں گے۔"[22]

(10)۔جس شخص نے بار بار ارتداد کا ارتکاب کیا، کیا اس کا رجوع قبول ہوگا یا نہیں؟ اس کے بارے میں علمائے کرام کی مختلف آراء ہیں :

1۔بعض کا کہنا ہے کہ دنیا میں اس کا رجوع قبول نہ ہوگا، لہذا اس کو لازماً مرتد کی سزا دی جائے گی اگرچہ وہ توبہ بھی کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّ الَّذينَ ءامَنوا ثُمَّ كَفَروا ثُمَّ ءامَنوا ثُمَّ كَفَروا ثُمَّ ازدادوا كُفرًا لَم يَكُنِ اللَّهُ لِيَغفِرَ لَهُم وَلا لِيَهدِيَهُم سَبيلًا 137 ... سورة النساء

"جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے پھر کفر کیا، پھر ایمان لا کر پھر کفر کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ یقیناً انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں راہ ہدایت سمجھائے گا"[23]

2۔دوسری رائے یہ ہے کہ اس کا رجوع قبول ہوگا کیونکہ ارشاد الٰہی ہے :

قُل لِلَّذينَ كَفَروا إِن يَنتَهوا يُغفَر لَهُم ما قَد سَلَفَ... 38 ... سورة الانفال

"آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیے جائیں گے۔"[24]

آیت کا یہ حکم عام ہے جو اپنے عموم کے اعتبار سے اس شخص کو بھی شامل ہے جو بار بار مرتد ہوتا ہے۔

(11)۔زندیق سے مراد منافق شخص ہے جو ظاہراً مسلمان ہو لیکن باطن میں کفر چھپائے ہو۔اس کے بارے میں بھی اہل علم کی دو رائے ہیں۔

1۔اس کا رجوع قبول نہ ہوگا کیونکہ اس کے الفاظ یا اعمال سے یقینی رجوع ثابت نہیں ہوتا (ممکن ہے جھوٹ موٹ رجوع کر رہا ہو) ظاہری توبہ کے بعد بھی اس کی وہی کیفیت ہوگی جو پہلے تھی، یعنی اظہار اسلام اور دل میں کفر۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِلَّا الَّذينَ تابوا وَأَصلَحوا وَبَيَّنوا... 160 ... سورة البقرة

"البتہ جن لوگوں نے (اس کام سے) توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی اور (جو بات چھپائی تھی اس کی) وضاحت کر دی۔"[25]

2۔زندیق کا رجوع قبول ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِنَّ المُنـٰفِقينَ فِى الدَّركِ الأَسفَلِ مِنَ النّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُم نَصيرًا 145 إِلَّا الَّذينَ تابوا وَأَصلَحوا وَاعتَصَموا بِاللَّهِ وَأَخلَصوا دينَهُم لِلَّهِ فَأُولـٰئِكَ مَعَ المُؤمِنينَ وَسَوفَ يُؤتِ اللَّهُ المُؤمِنينَ أَجرًا عَظيمًا 146 ... سورة النساء

"منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پا لے (145) ہاں جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کے لئے دینداری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا"[26]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین سے ہاتھ روک کر رکھا، یعنی سزا نہ دی کیونکہ انھوں نے اسلام کو ظاہری طور پر قبول کیا ہوا تھا۔

زندیق لوگوں میں سے حلولیہ، اباحیہ ہیں اور جو اپنے متبوع کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دیتے ہیں یا جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ درجہ معرفت حاصل ہوجانے سے شریعت کے اوامر نواہی ساقط ہوجاتے ہیں یا وہ کہے کہ معرفت حاصل ہوجانے پر یہود و نصاریٰ کے دین پر عمل کرنا جائز ہوجاتا ہے تو ایسے شخص کا بھی یہی حکم ہے۔

(12)۔ اہل علم میں اس مسئلے پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی باشعور بچہ جس کا مسلمان ہونا درست ہے، اسی طرح اس کا مرتد ہونا صحیح ہے کہ نہیں تو ایک قول یہ ہے کہ اس کا ارتداد ثابت ہوگا بشرطیکہ ارتداد کے کسی سبب کا مرتکب ہوا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کا اسلام معتبر ہے اس کا ارتداد بھی شمار ہے۔ لیکن اسے فوری طور پر قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ جب وہ بالغ ہوگا تب اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کو تین دن تک مہلت دی جائے گی۔ اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی ورنہ قتل کی سزا دی جائے گی۔

(13)۔ ایک شخص نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے لیکن سستی و کوتاہی کی وجہ سے ادا نہیں کرتا تو اس کے بارے میں بھی اہل ایمان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص بھی کافر ہے کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْکِ وَالْكُفْرِ تَرْکَ الصَّلَاةِ"

"مسلمان بندے اور اس کے کفر کے درمیان حد فاصل ترک نماز ہے۔"[27]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر"

"ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان عہد، نماز ہے جس نے اسے چھوڑا یقیناً اس نے کفر کیا۔"[28]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ٤٢ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ٤٣ ... سورة المدثر

"تمھیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔"[29]

نیز فرمان الٰہی ہے:

فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا الزَّكَوٰةَ فَإِخْوَٰنُكُمْ فِي الدِّينِ... ١١ ... سورة التوبة

"اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہوجائیں اور زکاۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔"[30]

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ ہمارا بھائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "اگر وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرلیں" بلکہ یہ فرمایا کہ "نماز قائم کریں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ،....."

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:"گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور نماز قائم کرنا۔۔۔"[31]

اس حدیث میں بھی "نماز قائم کرنے" کا ذکر ہوا ہے نماز کے اقرار کرنے کا نہیں۔آج کے اس دور میں نماز کے بارے میں نہایت سستی پائی جاتی ہے جو بہت خطرناک معاملہ ہے۔نماز کے بارے میں سستی کا مظاہرہ کرنے والوں کو توبہ کرنی چاہیے اور خود کو جہنم سے بچانے کے لیے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔نماز دین اسلام کا ایک ستون ہے۔نماز بے حیائی، برائی اور گناہوں سے روکتی ہے۔

---

[1]۔الحجرات 49/9۔10۔

[2]۔ صحیح مسلم الامارۃ باب حکم من فرق امر المسلمین وھو مجتمع حدیث (60)۔1852۔

[3]۔ صحیح مسلم الامارۃ باب وجوب الوفاء بیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول حدیث 1844 وکتاب السنۃ لابن ابی عاصم ص 519 حدیث 1107 واللفظ لہ۔

[4]۔آل عمران 3/103۔

[5]۔النساء 4/59۔

[6]۔سنن ابی داود السنۃ باب فی لزوم السنۃ حدیث 4607 وجامع الترمذی العلم باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ حدیث 2676 علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس روایت کے تمام طرق دیکھے ہیں لیکن مجھے (وَاِنْ تَاَمَّرَ) کے بجائے (عبدًا حبشیًا) کے الفاظ ہی ملے ہیں جیسا کہ سنن ابوداود اور جامع ترمذی میں ہے۔

[7]۔مجموع الفتاویٰ 28/390۔

[8]۔الحجرات 9/49۔

[9]۔السنن الکبریٰ للبیھقی 8/174۔175۔

[10]۔منھاج السنۃ النبویہ 6/116۔117۔

[11]۔المائدۃ 5/21۔

[12]۔ صحیح البخاری الجھاد باب لایعذب بعذاب اللہ، حدیث: 3017۔

[13]۔البقرۃ: 2/217۔

[14]۔النور 9/65۔66۔

[15]۔النحل 16/106۔

[16]۔النساء: 4/48۔

[17]۔ الاحزاب 33/40۔

[18]۔ الموطا للامام مالک، الاقضیۃ باب القضاء فیمن ارتد عن الاسلام حدیث 1479۔

[19]۔ صحیح البخاری الجھاد باب لایعذب بعذاب اللہ، حدیث: 3017۔

[20]۔ صحیح البخاری الاعتصام باب قول اللہ تعالیٰ: (وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ) معلقا و صحیح مسلم الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا: لاالٰہ الااللہ۔۔۔ حدیث: 21۔

[21]۔ صحیح البخاری الفرائض باب لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔۔۔ حدیث 6764۔ ارتداد سے متعلقہ احکام میں سے ایک یہ ہے کہ مرتد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی، اگر عدت ختم ہونے سے پہلے توبہ کرلے تو اس کی بیوی اسے واپس مل جائے گی اور اگر عدت ختم ہوگئی اور اس نے توبہ نہ کی تو وہ اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی اور اس فسخ نکاح کا اعتبار اسکے ارتداد کے دن سے ہوگا۔ اسی طرح اگر ردت (ارتداد) دخول سے پہلے واقع ہو تو پھر بھی نکاح فسخ ہوگا۔

[22]۔ الانفال 8/38۔

[23]۔ النساء: 4/137۔

[24]۔ الانفال 8/38۔

[25]۔ البقرۃ: 2/160۔

[26]۔ النساء: 4/145۔146۔

[27]۔ سنن ابی داود السنۃ باب فی رد الارجاء حدیث 4678۔

[28]۔ سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلوات باب ماجاء فیمن ترک الصلاۃ حدیث 1079۔ ومسند احمد 5/346۔

[29]۔ المدثر 74/42۔43۔

[30]۔ التوبۃ: 9/11۔

[31]۔ صحیح البخاری الایمان باب دعاء کم ایمانکم حدیث 8 و صحیح مسلم الایمان باب بیان ارکان الاسلام ودعائمہ العظام حدیث 16/17۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل

حدود وتعزیرات کے مسائل: جلد 02: صفحہ 446